مذہب دشمنی کا ایک خطرناک انداز

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسن نقوی صاحب قبلہ

کچھ تو صاف صاف کہتے ہیں کہ مذہب کی اس زمانہ میں ضرورت نہیں ہے، کچھ لوگ وہ ہیں جو صاف صاف مذہب کا انکار نہیں کرتے مگر مذہب کے نام سے متعلق آزادی کا پرچار کرتے ہیں مثلاً یہ کہتے ہیں کہ پردہ اسلام میں نہیں، نماز میں عربی کی پابندی نہیں ہے یہ نظریہ دیکھنے میں بہت ہی دل خوش کن ہے اور حامی مذہب معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں نظریہ ایک ہی ایسے (جیسے) ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ پہلا نظریہ زرا جری اور واضح ہے اور دوسرا نظریہ سیاسی اور پوشیدہ ہے اس لئے کہ جن لوگوں نے مذہب میں آزادی دے دی ہے انھوں نے اس وجہ سے آزادی ہرگز نہیں دی ہے کہ ان کو مذہب سے کوئی ہمدردی یا انس ہے بلکہ ہزاروں سیاسی گھاتوں کی طرح یہ بھی ایک سیاسی چال ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم مذہب میں ہر شخص کو آزاد بنا کر ایک طرف تو صاحبان مذہب کی یوں ہمدردی حاصل کرلیں کہ فلاں جماعت نے ہم کو مذہب میں آزادی دے دی ہے اور دوسری طرف ختم نظریہ مذہب کا مشن بھی کامیاب ہوتا رہے اور اس طرح کسی کو احساس بھی نہ ہو۔ ہمدردیاں بھی نہ جائیں اور مقصد بھی حاصل ہوجائے۔ پھر یہ کہ اگر کھل کر مخالفت کریں تو حامیان مذہب میں جوش مقابلہ پیدا ہوگا اور وہ مذہب کی قوت کا باعث ہوگا لیکن جب مخالفت کا ہم اعلان نہ کریں گے تو انھیں جوش مقابلہ نہ ہوگا اور رفتہ رفتہ بے حسی بڑھتی جائے گی جو مذہب کی موت کا باعث ہوگی۔

ہم اور آپ حالات حاضرہ میں بخوبی اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ ملک کے سیاسی ماحول پر نظر کیجئے، ایک سیاسی جماعت کے افراد اس وقت تک پوری طرح آمادۂ عمل نہیں ہوتے جب تک کہ مدمقابل پارٹی زور آزمائی نہ کرے جتنا مدمقابل پارٹی اپنے اصولوں کی عمدگی پر زیادہ شدت سے زور دیتی ہے اتنی ہی دوسری جماعت بھی سرگرم عمل ہوجاتی ہے جس شدت سے ایک ایک جماعت اپنی فتح وکامرانی کے لئے جدوجہد کرتی ہے اتنی ہی دوسری پارٹی بھی شدت عمل اختیار کرلیتی ہے اور پھر کسی ایک پارٹی کا سربرآوردہ سیاسی دماغ خاموشی اختیار کرلیتا ہے کیوں ایسا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ جتنی شدت سے ہمارے نظریات کی مخالفت کی جائے گی اسی شدت سے ہمارے ہم خیالوں میں جذبۂ عمل بھی بڑھتا جائے گا۔ وہ پارٹی جو اپنے مدمقابل جماعت کے خلاف سرگرم عمل ہے وہ شعوری طور پر تو اپنے لئے جدوجہد کرتی ہے لیکن لاشعوری طور پر اس سے دوسری جماعت کو فائدہ پہنچتا ہے اس سے ہر مخالف وموافق کے دل میں جوش عمل، اصولوں کے حسن واہمیت کی وجہ سے نہیں پیدا ہوتا، بلکہ صرف جذبۂ مخالف آمادہ عمل بنا دیتا ہے۔ لہٰذا ہر پارٹی کو سب سے زیادہ اس پارٹی سے

فائدہ پہنچ سکتا ہے جو سب سے زائد مخالفت کرے۔ تو اپنے مدمقابل کو زک دینے کا ایک اصول یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اس کی کوئی مخالفت نہ کی جائے تا کہ مخالفین میں روح عمل مردہ رہے۔ مخالفین اپنے مخالف نہ پا کر مطمئن رہیں اور ان کی عملی زندگی میں ہیجان پیدا نہ ہو اور پورے طور پر عوام کے سامنے مخالف جماعت کے اصول اجاگر ہو کر سامنے نہ آئیں۔

اسلام کے مقبول عام ہونے کے جہاں اور بہت سے وجوہ ہیں جیسے زور حقانیت، تاثیر زبان پیغمبرؐ عمدگی قوانین، سیرت رسولؐ اور اہلبیت رسولؐ کی پختگی وغیرہ وغیرہ وہاں مشرکین وکافرین کی شدید مخالفت بھی ہے، جتنی شدت سے مخالفین نے اسلام کی مخالفت کی اتنی ہی مسلمانوں میں شدت عمل پیدا ہوئی، جتنی مشرکین نے اصول اسلام پر نکتہ چینی اور اعتراض کئے، اتنا ہی حامیان اسلام اور ذمہ داران دین نے ان کے اعتراضات کے دفعیہ کے سلسلہ میں اپنے اصول اور قوانین کی عمدگی اور پختگی کا اظہار کیا اور حسن کردار پیغمبرؐ اور بے لوث خدمات اور استحکام اصول وقوانین کی بدولت اسلام کے مضبوط ومستحکم نقوش عالم کے دلوں پر بیٹھتے گئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اگر مخالفت پیغمبرؐ نہ کی جاتی تو اسلام کو کامیابی نصیب نہ ہوتی، وہ تو خیر دین خدا تھا، اور پیغمبرؐ کی سچائی تھی جس کے بعد بھلا کس میں دم تھا جو اسلام کے بڑھتے ہوئے قدموں میں زنجیریں ڈالتا لیکن بہرحال یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مشرکین وکافرین کی مخالفت نے رسولؐ کو جہاں دشواریاں دیں، وہاں اظہار دین میں ان کی مخالفت نے مواقع بھی فراہم کئے اور یہی ناواقف عربوں سے اپنے مفاد کے لحاظ سے بھی سب سے پہلی ناقابل تلافی سیاسی غلطی ہوئی معلوم ہوا کہ ہمیشہ ہر خیال کے پابندوں میں چستی اس وقت

پیدا ہوتی ہے جب ان کی مخالفت کی جائے ہر نظریہ میں اضمحلال اس وقت پیدا ہو جاتا ہے جب اس کی طرف سے بے توجہی برتی جائے اور اس کو ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد کر دیا جائے میرے پیش نظر اس قسم کی بیسیوں مثالیں ہیں۔ آج دنیا ہر پتھر کے حصول کے لئے اتنی کوشاں نہیں ہے جتنی جواہرات کے حصول کے لئے کوشاں ہے ہر پانی کے قطرے پر جان نہیں جاتی وہ صرف موتی ہی ہوتا ہے جس کے لئے غواصی کی جاتی ہے، ہر نبات کے حاصل کرنے کے لئے انسان جان نہیں دے دیتا بلکہ وہ دانہائے گندم ہی ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ جتنی جس شئے پر پابندی ہوگی، جتنی جس شئے کی مخالفت کی جائے گی اتنی ہی اس کے حصول وبقا کے لئے کوشش کی جائے گی، اور جتنی آزادی مل جائے گی اور فقدان مخالفین ہوگا اتنی ہی جدوجہد سست پڑتی جائے گی یہی راز ہے جو موجودہ مخالفین مذہب نے مذہب کو بالکل آزاد کر دینا چاہا ہے تا کہ صاحبان مذہب میں اضمحلال اور بے توجہی پیدا ہو جائے تا کہ نفس کے طبقات شعور سے مفہوم مذہب مٹتا جائے، اور اگر لاشعور میں ایک ہلکا سا عکس رہ بھی جائے تو کسی وقت بھی اس مضمحل خیال کو ایک ہی سیاسی جھٹکا اکھاڑ پھینکے۔ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ حکومتوں کو مذہب کی مخالفت کرنا چاہئے اور اس پر پابندیاں عائد کرنی چاہئیں۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ ہم کو پوری طرح اس زریں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور سرگرم عمل ہو کر مذہب کی مخالفت کرنا چاہئے اور اس پر پابندیاں عائد کرنی چاہئیں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ ہم کو پوری طرح اس زریں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور سرگرم عمل ہو کر اس سیاست کے منہ پر ایسا بھرپور طمانچہ مارنا چاہئے جو اس کا خاتمہ ہی کر دے ذاتی

بقیہ.................صفحہ ۳۱ پر

خطبات جمعہ مجدد الشریعۃ محی الملۃ آیۃ اللہ العظمیٰ سید دلدار علی غفران مآبؒ

مواعظ حسینیہ (سنہ ۱۲۰۰ ہجری)

قسط۔۱۲

مترجم: محمد صادق خانصاحب جونپوری

آج جو چیز اہم ہے اسے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جاننا چاہئے کہ مومنین سے ملاقات کرنا، ایک دوسرے کی زیارت کرنا اوران سے خندہ پیشانی سے پیش آنا اچھی بات ہے اور بہت سی حدیثیں اس کی تعریف میں وارد ہوئی ہیں۔

کتاب کلینی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک آدمی اسلام سے مشرف ہوا ہے لیکن گوشہ نشینی اختیار کر رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر وہ دین کے مسائل کو کیسے حاصل کرے گا!

نیز کتاب کافی میں شعیب سے مروی ہے کہ میں نے سنا کہ امام جعفر صادقؑ اپنے اصحاب سے فرمار ہے تھے کہ تم کو چاہئے کہ اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کرو، خدا کے لئے ایک دوسرے سے دوستی کرو، ایک دوسرے سے ملاقات کرو، ایک دوسرے پر رحم کرو اور ہماری حدیثوں کو ایک دوسرے سے نقل کرو۔

اسی کتاب میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص مومن بھائی سے ملاقات کرے اس صورت میں کہ کوئی غرض سوائے اللہ کی رضایت وخوشنودی اور ثواب آخرت کے نہ رکھتا ہو تو حق سبحانہ وتعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو موکل کرتا ہے جو آواز دیتے ہیں کہ تم کو جنت مبارک ہو۔

نیز انہیں حضرت سے منقول ہے کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنے مومن بھائی کی زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے بندۂ مومن! تو نے گویا میری زیارت کی ہے اور اس زیارت کا ثواب میرے ذمہ ہے اور میں تجھے جنت میں داخل کرنے سے کم پر راضی نہ ہوں گا۔

جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ خوش خوئی دوستی کو پروان چڑھاتی ہے اور خندہ پیشانی کینہ کو ختم کرتی ہے۔

کافی میں جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ تین چیزیں برادران ایمانی کے خلوص کا باعث ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اس سے ہنس کے پیش آئے۔ دوسری یہ کہ جب اس کے پہلو میں بیٹھے تو اس کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائے اور تیسری یہ کہ ناموں میں جو نام اسے زیادہ پسند ہو اس کو اسی نام سے پکارے۔

اسی کتاب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن بھائی کے لئے مسکرانا اور خندہ پیشانی سے ملنا نیکی ہے۔ مومن کی پریشانی کو دور کرنا نیکی ہے اور اللہ تعالیٰ کے

نزدیک کوئی بھی نیکی مومن بھائی کو خوش کرنے سے زیادہ نہیں ہے۔

یونس شبانی سے ایک حدیث نقل ہوئی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟ یونس نے کہا نہیں۔ امام معصومؑ نے فرمایا: ایسا ضرور کرو۔ بے شک خوش طبعی ایسا فعل ہے جس سے تم اپنے مومن بھائی کا دل خوش کرتے ہو۔

کافی میں معمر بن خلاد سے منقول ہے کہ میں نے امام ابوالحسنؑ کی خدمت میں عرض کیا: ایک شخص ایسی قوم کے درمیان ہے جو ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے جب تک کہ فحش باتیں نہ ہوں۔

ایک اعرابی پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں آتا تھا اور کبھی کبھی آں حضرت کے لئے تحفہ بھی لاتا تھا اور مذاقاً کہتا تھا کہ اس کی قیمت عنایت فرمائیں۔ جب حضرت کو کوئی غم عارض ہوتا تھا تو فرماتے تھے کاش وہ اعرابی آتا اور میرے دل کو خوش کرتا۔

اس طرح کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے گفتگو، اختلاط اور مزاح کرنا ایسی باتیں ہیں جو خدا اور رسولؐ کی نظر میں مستحسن ہیں۔ لیکن یہ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک حد مقرر کی ہے جس طرح اس آیت میں دوسرے واجبات، مندوبات اور محرمات کے سلسلے میں پابند رہنے اور حد سے تجاوز نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی پہلی حد یہ ہے کہ اس ملاقات اور اختلاط کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تا کہ اس پر ثواب مل سکے۔ فَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ اَمْرِئٍ مَّانَوٰی

دوسری حد یہ کہ مومنین کی غیبت کا باعث نہ ہو اور انشاء اللہ اگر حیات مستعار باقی رہی تو اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی۔

تیسری حد یہ کہ وہ مذاق جو ایک دوسرے کے ساتھ کیا جاتا ہے، سرور کا باعث ہو نہ کہ ایک شخص روئے اور باقی ہنسیں۔ چنانچہ بعض حدیثوں میں اس سلسلے میں کچھ اشارے بھی ہیں۔

چوتھی حد یہ کہ جھوٹ پر مشتمل نہ ہو۔ کیونکہ جھوٹ سے مطلقاً منع کیا گیا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جھوٹ بولنا خانہ ایمان کی خرابی کا سبب بنتا ہے۔

پانچویں حد یہ کہ فحش باتوں پر مشتمل نہ ہو، کیونکہ یہ بہت مذموم ہے اور اس کی مذمت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ کتاب کلینی میں جناب امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انسان کے نطفے میں شیطان کے شریک ہونے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نطفہ سے پیدا ہونے والا انسان فحش باتیں بہت کرتا ہے اور جو کچھ وہ لوگوں کے بارے میں کہتا ہے یا لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ہے۔

انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ انسان جو کچھ لوگوں کے بارے میں کہتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا، تو جان لو کہ وہ زنا سے پیدا ہوا ہے یا شیطان اس کے نطفے میں شریک ہے۔

نیز انہیں حضرتؑ سے منقول ہے کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دیا ہے ہر بے حیا، فحش گو پر جس کو اس بات کی

پرواہ نہ ہو کہ وہ لوگوں کے بارے میں کیا کہتا ہے یا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور اگر جستجو کرو گے تو پاؤ گے کہ ایسا شخص نطفہ حرام ہے یا شیطان اس کے نطفہ میں شریک ہوا ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا شیطان نطفہ میں شریک ہوسکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا ہاں! کیا سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۴ نہیں پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اوران کی اولاد اور اموال میں شریک ہوجا۔

نیز اسی کتاب میں عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ جناب امام صادقؑ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کی زبان سے لوگ ڈریں، جہنم میں جائے گا۔

کتاب ''کافی'' میں ابن نعمان سے منقول ہے کہ جناب امام صادقؑ کا ایک دوست تھا جو کبھی آں حضرتؑ سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز وہ شخص امام معصومؑ کے ساتھ کسی راستے سے جا رہا تھا، اس کا ایک سندی غلام تھا جو اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس آدمی نے تین بار پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن غلام نظر نہیں آیا۔ چوتھی مرتبہ غلام نظر آیا۔ اس نے کہا اے مادر بخطا کہاں تھا۔ جناب امام صادقؑ نے جیسے ہی اس بات کو اس سے سنا، اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: سبحان اللہ! اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگاتے ہو۔ میں تمھیں اس سے قبل متقی انسان سمجھتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کی ماں مشرکہ ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا ہر امت اور ہر قوم کا ایک نکاح ہوتا ہے جس کے ذریعے زنا سے محفوظ رہتی ہے۔ اب جب کہ تم سے ایسا فعل صادر ہوا ہے تو میرے ساتھ نہ رہو۔

جاننا چاہئے کہ شیخ ابن فہد علیہ الرحمہ نے کتاب ''عدۃ الداعی'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے حق میں ایسی بات کہے جو کہنے والے کے عرف میں حد قذف کا باعث نہ ہو تو وہ قذف کا موجب نہیں ہے۔ اگر چہ دوسروں کے عرف میں اس لفظ کا کہنا قذف میں داخل ہو۔ یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ ''حرامزادہ''، جس کا معنی عرف عام میں شرارت اور بدذاتی ہے اور اکثر اوقات جانوروں کو بھی حرامزادہ کہتے ہیں، قذف میں داخل نہیں ہے۔

جاننا چاہئے کہ ''قاموس''، ''صراح'' اور ''مجمع البحرین'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ سب وشتم دونوں دشنام کے معنی میں ہیں۔ فحش یعنی بیہودہ اور بری باتیں۔ لہٰذا ہر سب وشتم پر فحش کا اطلاق ہوسکتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر فحش، سب وشتم بھی ہو۔

مثلاً عورتین یعنی شرمگاہ کا نام جو کنایہ نہ ہو بلکہ صریحاً ہو، زبان پر لانا فحش ہے لیکن سب وشتم نہیں ہے کیونکہ وہ مسبوب ومشتوم کے بغیر متصور ہوسکتے ہیں۔ بعض حدیثوں میں فحش اور بعض میں سب کی مذمت واقع ہوئی ہے۔

کلینی میں ابی بصیر سے منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مومن کو سب کرنا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے، اس کی غیبت حرام ہے اور اس کے مال کو بغیر اجازت کے کھانا حرام ہے۔ جیسے کے اس کا خون حرام ہے۔ بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کو گالی دینا یعنی یہ کہ کسی کو کتا کہے یا سور کہے یا لعنت کرے یا یہ کہے کہ تم مرجاؤ وغیرہ۔

چنانچہ کافی میں حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ایک روز ایک یہودی حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں آیا اور کہا اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ حضرت نے فرمایا وَ عَلَیْکُمْ۔ اس کے بعد دوسرا یہودی آیا۔ اس نے بھی پہلے یہودی کی طرح حضرت کو بددعا کی۔ حضرت نے اس کو پہلے کی طرح جواب دیا۔ تیسرا یہودی آیا اور اس نے بھی اپنے سے قبل آنے والوں کی طرح کہا۔ عایشہ غضبناک ہوئیں اور کہا: تم پر موت وغضب ولعنت ہو! اے سور اور بندر کے بھائیو! جناب سید المرسلینؐ نے فرمایا اے عایشہ! اگر فحش کو مجسم کیا جائے تو اس کی بہت بری صورت ہوگی اس لئے نرمی وملایمت کرنا چاہئے۔

مولانا صالح ''شرح کلینی'' میں کہتے ہیں: سبّ کرنا یعنی یہ کہے کہ اے شراب خور! یا اے رشوت خور! یا اے ملعون! یا اے گدھے! وغیرہ۔

علماء میں مشہور ہے کہ کسی بھی فرد بشر کو دشنام وفحش دینا جائز نہیں ہے چاہے وہ کافر یا فاسق ہو۔ لیکن یہ شہرت اشکال سے خالی نہیں ہے، کیونکہ نہج البلاغہ سے ظاہر ہوتا ہے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بعض اوقات معاویہ، عمر و عاص وغیرہ کے سلسلے میں ایسے جملے ادا کئے ہیں جس پر فحش وسبّ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

من جملہ یہ کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام معاویہ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں: وَ اَمَّا قَولُکَ اِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنافٍ فَکَذٰلِکَ نَحْنُ وَ لٰکن لَیسَ اُمَیَّۃُ کَھاشِمٍ وَ لَا حَرْبُ کَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ لَا اَبُو سُفیانَ کَابی طالِبٍ وَ لا الْمُھاجِرُ کَالطَّلِیقِ و لا الصَّرِیْحُ کَاللَّصِیْقِ وَ لَا الْمُحِقُّ کَالْمُبْطِلِ لَا الْمُومِنُ کَالْمُدْغِلِ وَ مِنَّا النَّبِیُّ وَ مِنْکُمُ الْمُکَذِّبُ وَ مِنَّا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ مِنْکُمْ صِبْیَۃُ النَّارِ۔

''تیرا یہ کہنا کہ ہم بنی عبد مناف ہیں تو ہم بھی اسی طرح ہیں لیکن امیہ ہاشم کے مانند نہیں ہے اور نہ ہی حرب، عبد المطلب کے مانند ہے اور نہ ہی ابوسفیان ابوطالب کے مانند ہے نہ مہاجر طلقاء کے مانند ہے اور نہ دادخواہ، فریب کے مانند ہے اور نہ ہی حق سے وابستہ، باطل سے وابستہ رہنے والے کے مانند ہے اور نہ ہی مومن، مدغل کے مانند ہے۔ نبی ہم میں سے ہیں اور مکذب یعنی ابوجہل تم میں سے ہے۔ جنت کے جوانوں کے سردار ہم میں سے ہیں اور جہنم کی اولاد یعنی مروان بن حکم کی اولاد تم میں سے ہے۔''

اس طرح کی مثالیں بہت ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ وہ سبّ جو کسی کے حق میں جائز نہیں ہے، وہ سبّ ہے جو حقیقت کے مطابق نہ ہو۔ یعنی صرف ادعا ہو یا برے الفاظ پر مشتمل ہو۔ لیکن وہ سبّ جو نفس الامر کے مطابق ہو اور مسبوب، منافقوں میں سے ہو اور یہ سبّ وشتم برے الفاظ پر مشتمل نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر مومن ہے تو موجب ملال ہے اور ظاہراً جایز ہے۔

بعض اوقات انسان اپنے فرزند یا غلام کو کتا یا سور کہتا ہے تو کیا یہ سبّ وشتم مذموم ہے یا نہیں۔ اظہر یہ ہے کہ اگر اس سے صحیح مقصد مطلوب ہو مثلاً حرام یا مکروہ یا ناجایز فعل پر تادیب ونہی، تو جایز ہے اور یہ معلوم ہے کہ اگر سبّ اپنے موقع اور محل پر ہو تو سبّ منہی عنہ سے مستثنیٰ ہے۔ **(جاری)**